دنیا میں مؤمن زندہ کیوں اور کافر مردہ کیوں؟

حضرت مولانا مغفور اللہ صاحب، شیخ الحدیث دار العلوم حقانیہ، اکوڑہ خٹک

مرتب: مولانا فضل غفور

أومن كان ميتا فاحييناه وجعلناله نوراً يمشي به في الناس كمن مثله في الظلمات ليس بخارج منها كذلك زين للكافرين ما كانوا يعملون ۔ بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا۔ پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ، لیے پھرتا ہے اُس کو لوگوں میں، برابر ہو سکتا ہے اُس کے کہ جس کا حال یہ ہے پڑا ہے اندھیروں میں اور وہاں سے نکل نہیں سکتا، اسی طرح مزین کر دیئے کافروں کی نگاہ میں اُن کے کام۔ الانعام، آیت ۱۲۳۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دو فرقوں کی حالت اور انجام کا ذکر کیا ہے۔ ایک وہ فرقہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ، رسول اور قرآن پر ایمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد لاشریک مانتا ہے اور انبیاء کرام کی رسالت اور خصوصاً خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا عقیدہ رکھتا ہے۔ اس طرح قرآن مجید سمیت تمام آسمانی کتابوں کو حق سمجھتا ہے۔ دوسرا فرقہ جو مذکورہ باتوں کا انکار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے حالات اور خیالات بیان فرما رہے ہیں۔ ایک فرقہ کا انجام اچھا ہے ایک کا بُرا۔ اس کے علاوہ ایمان و کفر کی حقیقت کو واضح کرنے کے لیے ایک حسّی مثال کا بیان بھی ہے۔ آیت کی تشریح یہ ہے۔ حالت کفر میں آدمی بمنزلہ مردہ کے ہوتا ہے ایمان کی روشنی کے ساتھ اس کو زندگی ملتی ہے۔ ایمان و ہدایت کی روشنی کے ساتھ لوگوں میں چلتا پھرتا نظر آتا ہے۔ وہ روشنی لوگوں میں بھی پھیلاتا ہے۔ کیا یہ روشنی میں گھرا ہوا شخص اس آدمی کی طرح ہے جو کفر کے اندھیروں میں گھرا ہوا اور اس کا چلنا پھرنا اندھیرے میں ہو۔ جواب ظاہر ہے کہ دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ تاریکی میں چلنے پھرنے والے شخص کی ہر وقت ہلاکت کا خطرہ ہوتا ہے دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ مومن کا انجام اچھا ہوتا ہے اور منزل تک پہنچنے والا ہوتا ہے اور کافر کا انجام بہت بُرا ہوتا ہے۔ ہلاکت میں گر کر نامراد بن جاتا ہے۔ الحاصل مومن کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا اور ایمان و ہدایت سے محروم کو مردہ فرمایا۔ ایک اور ارشاد باری ہے "وما يستوى الاحياء ولا الاموات " الفاطر آیت ۲۲، اور برابر نہیں جیتے اور نہ

مردے۔ احیاء سے مؤمنین مراد ہیں اور اموات سے کفار۔ صراحتاً ذکر فرمایا کہ مومن زندہ ہے اور کافر مردہ۔

سوال پیدا ہوا کہ کافر کو مردہ کیسے کہا؟ حالانکہ وہ زمین پر چلتا پھرتا ہے، کھاتا پیتا ہے، زندوں کے افعال سرانجام دیتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر شے مثلاً انسان، حیوان، نباتات وغیرہ کو ایک خاص کام اور مصلحت کے لیے پیدا فرمایا ہے اور پھر ان چیزوں میں ان کے مناسب خدمت و مصلحت کی صلاحیت بھی رکھ دی ہے۔ مثلاً جسم میں پاؤں کے اندر چلنے کی صلاحیت رکھی ہے اور پاؤں سے انسان اور حیوانات چلتے ہیں۔ ہاتھوں سے پکڑتے ہیں۔ کسی چیز کو اپنی گرفت میں لیتے ہیں اس لیے کہ ہاتھوں میں گرفت کی صلاحیت رکھی ہے۔ یہ صلاحیت کسی دوسرے عضو میں نہیں رکھی۔ اسی طرح آنکھ اور کان میں ان کے مناسب صلاحیت رکھی ہے اور اس صلاحیت کے مطابق اعضا کام کررہے ہیں۔ حیوانات کو دیکھیں بیل میں ہل چلانے کی صلاحیت رکھی ہے۔ خچر اور گدھے کو بوجھ اٹھانے کے لیے پیدا فرمایا۔ یہ جانور اپنی اپنی صلاحیتوں کے مطابق مناسب کام بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔ اسی طرح نباتات کو دیکھیں۔ سبزیوں کو کھانے کے لیے پیدا کیا۔ بہت سی نباتات حیوانات کی خوراک ہے۔ پھلوں اور دالوں کو انسان کی خوراک کے لیے پیدا کیا۔ غرض ہر چیز کو پیدا کرنے کے بعد اُن میں اپنے مناسب کام اور خدمت کی صلاحیت بھی رکھ دی۔ ''والذی قدر فھدیٰ'' اور جس نے ٹھہرادیا پھر راہ بتلائی۔ (الاعلیٰ:۳)۔ ع:

ہر یکے را بھر کارے ساختند
میل او را در دلش انداختند

ہر چیز کو کسی مقصد اور حکمت کے تحت پیدا فرمایا۔ ہماری آنکھوں کا مشاہدہ ہے کہ جو چیز اپنا مقصد مصلحت اور حکمت کھو بیٹھے اس کو مردہ سمجھا جاتا ہے۔ بے کار اور فضول آدمی کو لوگ عرف میں مردہ کہتے ہیں۔ آگ کا کام حرارت اور جلانا ہے اگر آگ میں حرارت اور جلانا نہ ہو تو کوئی بھی اس کو آگ نہیں کہتا۔ اپنا نام بھی کھو بیٹھتا ہے۔ اسی طرح نباتات اور پانی وغیرہ اگر اپنا کام اور اثر چھوڑ دیں تو اپنے اپنے ناموں سے پکارے جانے کے قابل نہیں رہتے۔ اب انسان کی طرف آئیں۔ اس کی حقیقت پر غور کریں اس کی پیدائش کی غرض و حکمت کیا ہے؟ یہ اتفاقی مسئلہ ہے کہ انسان اشرف المخلوقات والکائنات ہے۔ ارشاد باری ہے ''ولقد کرمنا بنی آدم'' اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو۔ (الاسراء آیت:۷۰) حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے اچھا سلوک کیا۔ جنت میں پالا اور رہائش دی۔ پھر زمین پر اتار کر اپنا خلیفہ بنایا۔ مسجود ملائکہ بنایا۔ مخدوم کائنات بنایا۔ ان تمام اعزازات و کرامات سے اللہ تعالیٰ نے ساری بنی نوع انسان کو نوازا۔ حالانکہ بدنی اعتبار سے انسان سے بڑے بڑے حیوانات موجود ہیں۔ لیکن اُن کو یہ شرف نہیں بخشا۔ پوری کائنات انسان کی خدمت میں مصروف ہے۔ سورج کی گرمی اور

روشنی انسان کے لیے ہے۔ بارشیں انسان کے لیے برستی ہیں۔ ہوائیں انسان کی خاطر چلتی ہیں۔ پانی کو انسان کے لیے پیدا کیا۔ زمین ہمارے فائدے کے لیے ہے۔ تمام انسانی خوراکیں زمین سے اُگتی ہیں۔ آسمان کو مزین اور خوب صورت چھت بنایا۔ ''الذی جعل لکم الارض فراشا والسّماء بناءً وانزل من السماء ماءً'' جس نے بنایا تمھارے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اُتارا آسمان سے پانی۔ (البقرۃ آیت:۲۲)

اگر زمین لوہے اور تانبے کی طرح سخت ہوتی یا پانی کی طرح نرم ہوتی تو انسانی سکونت کے قابل نہ رہتی۔ زمین اور کائنات کی ہر شے میں ایک خاص نوع کی حیات اور زندگی ہے۔ ''وانْ من شی الاّ یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم '' اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اُس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔ (الاسراء، آیت: ۴۴) ''وانّ منھا لما یھبط من خشیۃ اللّٰہ '' اور اُن میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے۔ (البقرۃ، آیت ۷۴) ہم زمین پر چلتے ہیں۔ ہل اور ٹریکٹر کے ذریعہ اس کے سینے کو چیرتے ہیں مگر زمین ہمیں کچھ کہہ نہیں سکتی۔ انسان کے فائدہ کے لیے زمین و آسمان کا آپس میں تعلق جوڑ دیا۔ آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین پھل، سبزیاں اور غلے اُگاتی ہیں۔ ہم اور ہمارے چوپائے اسے کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام سہولیات اور ضروریات ہمیں بلا معاوضہ عطا فرمائی ہیں۔ الحاصل انسان مخدوم الکائنات و اشرف المخلوقات ہے اور یہ مسلّم بات ہے کہ جس چیز کا مقصد بلند ہوتا ہے وہ اشرف ہوتی ہے۔ وزراء کے عہدے بلند اور اونچے ہوتے ہیں ان کی ڈیوٹیاں بھی بڑی اہم ہوتی ہیں تو عوام اور لوگ ان کو بڑے مقام والا تصور کرتے ہیں۔ اُن کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کام اور مقصد کے لحاظ سے انبیاء کرام اور علماء کرام اس لیے سب سے زیادہ بلند اور مرتبے والے ہوتے ہیں اور دنیا میں بلکہ رہتی دنیا تک ان کی سب سے زیادہ عزت ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ شرافت، عزت، قدر، کرامت کام اور مقصد کے اعتبار سے ہے۔ اگر انسان اپنا مقصد اچھا کھانا پینا اور خواہشات کو بنائے تو پھر اشرف المخلوقات نہیں۔ ان کاموں میں تو بہت سے حیوانات ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ حیوانات بھی جلب منفعت اور دفع مضرت کا شعور و ادراک رکھتے ہیں اور ان حیوانات میں ہمارے بہت سے منافع بھی موجود ہیں تو پھر حیوانات اشرف کیوں نہیں؟ ان میں تو خورد و نوش والا کام اعلیٰ درجہ میں موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ انسان صرف کھانے پینے والا حیوان نہیں بلکہ انسان ماضی، حال اور استقبال کے اندر غور و فکر کرنے والا ہے۔ ان زمانوں پر نظر رکھ کر اپنی دائمی منفعت اور راحت تلاش کرے گا اور سبق و عبرت حاصل کرے گا۔ اس طرح کی سوچ سمجھ اللہ تعالیٰ نے صرف انسان کو دی ہے نہ کہ دوسرے حیوانات کو۔ اگر کوئی سبب ہلاکت کا باعث بنتا ہے تو ہر انسان اس سے اپنی جان بچاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں عقل درّاک پیدا کی ہے جس کی وجہ سے یہ حیوانات سے ممتاز ہے۔ لیکن یہ عقل شریعت کی روشنی کے بغیر نابالغ ہے۔ جس طرح آنکھ

کی روشنی سورج یا خارج کی روشنی کے بغیر کام نہیں کرتی۔ قدیم علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ زمین ساکن ہے اور آسمان حرکت کرتا ہے جب کہ جدید علم ہیئت والے کہتے ہیں کہ آسمان کی طرح زمین بھی گردش کرتی ہے۔ اسی طرح قدیم فلاسفہ کہتے ہیں کہ اعراض کو بقاء نہیں اس لیے معتزلہ وزن اعمال کے قائل نہیں اور وزن اعمال کا انکار کرتے ہیں اور رویت باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔ لیکن اب یہ بات بالکل مسلّم ہے کہ اعراض کے لیے بقاء ہے۔ ہماری آوازیں، حرکات وسکنات کا ریکارڈ موجود ہے۔ حرارت وبرودت معلوم کی جاسکتی ہیں۔ ان اختلافات اور تضادات سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل مغلوب ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مختلف حکم جاری کیے ہیں۔ اس حکموں میں اختلاف موجود ہے اور اس مغلوبیت کی وجہ سے عقل غلط فیصلے صادر کرتی ہیں۔ حواس بھی غلطی کرتے ہیں۔ ہر قسم کی غلطیوں سے پاک وحی الٰہی ہے۔ ''لا یأتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ'' اس پر جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے اور نہ پیچھے سے (حم، سجدہ، آیت ۴۲) تو اگر عقل کے ساتھ وحی کی روشنی ہو تو پھر صحیح کام کرے گی۔ جس طرح سورج کی روشنی میں آنکھ صحیح طور پر کام کرتی ہے اور بات سمجھ میں آتی ہے۔ انسان پھر اپنی زندگی کو اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تحت گزارتا ہے۔ انسان کے اعمال واخلاق، وحی کے مطابق بنتے ہیں۔ اس طرح انسان زندہ کہلاتا ہے اور زندہ رہتا ہے۔ اور اگر وحی الٰہی کے تابع نہ بنے اور عقل کو آزاد چھوڑے تو جس طرح آنکھ خارجی روشنی کے بغیر اندھی ہوتی ہے اس طرح انسان وحی کی روشنی کے بغیر مردہ کہلائے گا۔ جس کی عقل وحی کے تابع ہو تو اس نے مقصد حاصل کر لیا۔ دائمی عزت، راحت، منفعت احکامات کے ماننے اور عمل کرنے میں ہے۔ یہ انسان زندہ ہے اور زندہ کہلانے کا حق دار ہے، ورنہ مردہ ہے۔ ع:

زندگی آمد برائے بندگی
زندگی بے بندگی شرمندگی

زندگی کا مقصد اعلیٰ احکامات خداوندی کی پیروی ہے ورنہ صرف رسوائی ہی ہوگی اور حیوانات سے بھی بدتر ہو جائے گا۔ ''اولئك كالانعام بل هم اضل'' اور وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ اس سے بھی بے راہ۔ (الاعراف: آیت ۱۷۹) انسان کی انسانیت اس وقت باقی رہے گی جب اللہ تعالیٰ کے احکامات مان کر چلے ورنہ انسان سے حیوان بلکہ بدتر از حیوان بن جائے گا۔ اگرچہ بظاہر خوب صورت انسان نظر آتا ہو۔ خوب صورت یہود و نصاریٰ، حقیقت میں حیوانات سے بدتر ہیں اور افریقہ کا مسلمان حبشی حقیقی خوب صورت انسان ہے۔

☆☆☆